تعریفِ صحابی سے متعلق مولانا سلمان ندوی کا نظریہ

مطالعہ وجائزہ

ترتیب

عظیم الرحمن قاسمی غازی پوری

تعریفِ صحابی سے متعلق مولانا سلمان ندوی کا نظریہ: مطالعہ وجائزہ

ابوعمرو عثمان ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ہجری) کی علوم حدیث سے متعلق کتاب "**مقدمه ابن الصلاح**" کواللہ تعالیٰ نے خاص مقبولیت وشہرت نصیب فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین عظام نے اس کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور اختصار، نظم اور تشریح متعدد پہلوؤں سے بہت خدمات انجام دی۔ تفصیل کے لیے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا وہ مقدمہ دیکھا جائے جس کو انھوں نے علامہ رضی الدین محمد بن ابراہیم الحلبی (متوفی ۹۷۱ہجری) کی کتاب "**قفو الاثر فی صفوة علوم الاثر**"پر تحریر فرمایا ہے۔

حال ہی میں حضرت مولانا سلمان حسینی ندوی صاحب نے بھی ''مقدمہ ابن الصلاح'' پر تعلیق وتحشیہ کا کام کیا، جو "**تهذيب علوم الحديث**" کے نام سے موسوم ہے، جس میں صحابی کی مشہور وراجح تعریف پر ناپسندیدگی اور اکثر محدثین پر خلط وملط کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس مضمون میں اسی کا تجزیہ مقصود ہے۔

کتاب کی انتالیسویں قسم معرفتِ صحابہ کے بیان میں ہے۔ ابن الصلاح نے تعریفِ صحابی میں اولا محدثین کے نزدیک معروف ومشہور قول کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری کی تعریف کو ذکر کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: **فالمعروف من طريقة اهل الحديث ان كل مسلم راى رسول الله صلى الله عليه و سلم فهو من الصحابة. قال البخارى فى صحيحه: من صحب النبى ـ صلى الله عليه و سلم ـ او رأه من المسلمين فهو من اصحابه.**

اس پر قوسین میں مولانا ندوی تحریر کرتے ہیں:"**و لا شك ان هذا توسع غير مرضى**" پھر ایک پیراگراف کے بعد رقمطراز ہیں:**فما ذهب اليه عامة المحدثين من التعريف للصحابى ،مع ذكر فضائلهم و مناقبهم انما هو خلط الصالح بالطالح ،و نظرة الى جانب دون جانب و هم بذلك يخالفون ما نص عليه القرآن من احوالهم و ما بينت الأحاديث من مقولاتهم و اعمالهم۔(۱)**

غرض یہ کہ مولانا سلمان ندوی صاحب نے تعریفِ صحابی میں جمہور محدثین کے توسع پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور صحیح کو غلط کے ساتھ خلط وملط کرنے کا الزام لگایا ہے۔

مولانا سلمان صاحب کی تعلیقات اور اسلوب و انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعریف صحابی میں جمہور محدثین کی رائے سے متفق نہیں ہیں ۔یعنی محض رویت و لقاء ثبوت صحابیت کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ طول مجالست کی قیدوشرط ملحوظ ہونی چاہیے۔اور رویت وصحبت میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

قارئین پہلے تعریفِ صحابی سے متعلق محدثین کا نظریہ ملاحظہ کریں پھر مولانا سلمان ندوی صاحب کی پیش کردہ تعلیقات ونظریات پر محدثین عظام کی آراء کی روشنی میں بحث کی جائیگی۔

صحابی کی معروف وراجح اصطلاحی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ہجری) صحابی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:**و هو من لقى النبى ﷺ مومنا به و مات على الاسلام و لو تخللت ردة فى الاصح**۔آگے لقاء کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و المراد باللقاء ما هو اعم من المجالسة و المماشة و وصول احدهماالى الآخر سواء كان ذلك بنفسه ام بغيره۔(۲)

حافظ ابن حجر ہی کی "الاصابة فى تمييز الصحابة"میں مذکور عبارت ملاحظہ کریں۔وہ لکھتے ہیں:**و اصح ما وقفت عليه من ذلك ان الصحابى من لقى النبى صلى الله عليه و سلم مؤمنا به و مات على الاسلام فيدخل فيمن لقيه من**

طـالت مجـالسته له او قصرت ،و من روی عنه او لم يرو،و من غزا معه او لم يغز،و من رأه رؤية و لو لم يجـالسه ،و من لم يره لعارض كالعمی۔

اس میں شرف صحابیت کے لیے لقاء کو کافی بتایا ہے اور طول مجالست کی شرط کو ملحوظ نہیں رکھا ہے اور اسی تعریف کو اصح ومختار بتایا ہے، چنانچہ آگے اس تعریف کے متعلق مزید تحریر فرماتے ہیں:**و هـذا التـعريف مبنی علی الاصح المختارعند المحققين كالبخاری و شيخه احمد بن حنبل و من تبعهما۔و وراء ذلك اقوال اخری شاذة(۳)**

ابوعمرو عثمان ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ ہجری) صحابی کی معروف ومشہور تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:**فـالـمـعـروف مـن طريقة اهل الحديث ان كل مسلم رای رسول الله صلی الله عليه و سلم فهو من الصحابة۔(۴)**

البتہ رویت کی بات بینا لوگوں کے لیے ہے ورنہ نابینا کے لیے محض لقاء ہی کافی ہے۔جیسا کہ "**شرح التبصره و التذكرة**"میں آنے والی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔

زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی ۸۰۶ہجری) صحابی کی معروف ومشہور تعریف نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں؛**احدها و هو المعروف و المشهور بين اهل الـحـديـث انـه مـن رأی النبی صلی الله عليه و سلم فی حال اسلامه .هكذا اطلقه من اهل الحديث و مرادهم بذلك مع زوال المانع من الرؤية۔(۵)**

ابوبکر خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳) ہجری محمد بن عمر واقدی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''**قـال ابـن عـمـر رايـت اهـل العلم يقولون:كل من رأی رسول الله صـلـی الـله عليه و سلم و قد ادرك الحلم و اسلم و عقل امر الدين و رضيه فهـو عـنـدنا ممن صحب النبی صلی الله عليه و سلم و لو ساعة من نهار ،و لكن اصحابه علی طبقاتهم و تقدمهم فی الاسلام(۶)**

واقدی کے اس مقولے میں بلوغ کی حالت میں رویت ہونی چاہیے،مفہوم ہوتی ہے حالانکہ عام محدثین کے نزدیک تمیز کی بات ہے لیکن بلوغ کی شرط نہیں ہے۔

علامہ ابناسی، واقدی کے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **و الصحیح ان البلوغ لیس بشرط فی حد الصحابی و الا یخرج بذلك من اجمع العلماء علی عدھم فی الصحابة کعبد الله بن الزبیر و الحسن و الحسین رضی الله عنھم ۔ (الشذا الفیاح ،ص ۴۹۰)**

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری) تحریر فرماتے ہیں: **اختلف فی حد الصحابی فالمعروف من طریقة اھل الحدیث ان کل مسلم رای رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم فھو من الصحابة۔کذا قال ابن الصلاح و نقله عن البخاری و غیره** پھر اس تعریف پر کچھ اعتراضات کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **و الاولی ان یقال من لقی النبی صلی الله علیه و سلم مسلما و مات علی اسلامه۔(۷)**

شیخ برہان الدین ابناسی (متوفی ۸۰۲ ہجری) صحابی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **و اختلف فی حد الصحابة علی ستة اقوال المعروف و المشھور انه من رأی النبی صلی الله علیه و سلم فی حال اسلامه ۔ھکذا اطلقه کثیرون و مرادھم زوال المانع من الروية کالعمی و الا من صحبه و لم یره کابن ام مکتوم صحابی بلا خلاف۔(۸)**

علامہ شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ ہجری) صحابی کی راجح تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **و فی الاصطلاح (رائی النبی)ﷺ ۔اسم فاعل من رأی۔حال کونه (مسلما)عاقلا (ذوصحبة)علی الاصح کما ذھب الیه الجمھور من المحدثین و الاصولیین وغیرھم اکتفاء بمجرد الروية و لو لحظة و ان لم یقع معھا مجالسةو لا مماشاة و لا مکالمة لشرف منزلة النبی ﷺ۔**

اس میں تھوڑی دیر کی رویت ہی سے شرف صحابیت حاصل ہو جانے کی بات ہے اور اسی کو امام سخاوی نے جمہور محدثین اور اصولیین کا نظریہ قرار دیا ہے۔

آگے امام سخاوی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور ابن المدینی کا قول نقل کرتے

ہوئے رقمطراز ہیں:و ممن نص على الاكتفاء بها احمد فانه قال :من صحبه سنة او شهرا او يوما او ساعة او راه فهو من اصحابه۔

و كذا قال ابن المدينى :من صحب النبى ﷺ او راه و لو ساعة من نهار فهو من اصحاب النبى ﷺ۔و تبعهما تلميذهما البخارى فقال:من صحب النبى او راه من المسلمين فهو من اصحابه۔

گویاامام احمد بن حنبل، امام بخاری اور علی بن المدینی کے نزدیک ساعت واحدہ کی رویت وصحبت ہی صحابی ہونے کے لیے کافی ہے۔

اورآگے امام سخاوی، علامہ آمدی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:و قال الآمدى :الاشبه ان الصحابى من راه ۔و حكاه عن احمد و اكثر اصحابنا و اختاره ابن الحاجب ايضا لان الصحبة تعم القليل و الكثير فلو حلف ان لا يصحبه حنث بلحظة(٩)

ابن الصلاح، ابومظفر سمعانی کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:و بلغنا عن ابى المظفر السمعانى المروزى انه قال:اصحاب الحديث يطلقون اسم الصحابة على كل من روى عنه حديثا او كلمة و يتوسعون حتى يعدون من راه روية من الصحابة و هذا لشرف منزلة النبى ﷺ أعطوا كل من راه حكم الصحبة۔(١٠)

امام نووی (متوفی ٦٧٦ہجری)"مقدمة شرح مسلم "میں صحابی کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:فاما الصحابى فكل مسلم رأى رسول الله صلى الله عليه و سلم و لو لحظة، پھر آگے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

هذا هو الصحيح فى حده و هو مذهب احمد بن حنبل و ابى عبد الله البخارى فى صحيحه و المحدثين كا فة ۔(١١) یعنی پل بھر کی رویت سے صحابیت ثابت ہوجائے گی اور یہ تمام محدثین کا نظریہ ہے۔

علامہ بدر الدین محمد بن ابراہیم بن جماعہ (متوفی ۷۳۳ہجری) صحابی کی معروف تعریف لکھتے ہوئے کہتے ہیں: **اختلف فی حد الصحابی و المعروف عند اهل الحدیث و بعض اصحاب الاصول انه کل من رأرسول الله صلی الله علیه و سلم و هو مسلم۔(۱۲)**

علامہ بدرالدین محمد بن بہادرزرکشی (متوفی ۷۹۴ہجری) صحابی کی تعریف بیان کرتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں: **فذهب الاکثرون الی انه من اجتمع مؤمنا بمحمد صلی الله علیه و سلم و صحبه و لو ساعة روی عنه او لا ،لان اللغة تقتضی ذلك و ان کان العرف یقتضی طول الصحبة و کثرتها۔(۱۳)**

شیخ الاسلام علامہ تقی الدین سبکی (متوفی ۷۵۶ہجری) صحابی کی تعریف سے متعلق رقم طراز ہیں: **هو کل من رأی النبی صلی الله علیه و سلم ،و قیل من طالت مجالسته و الصحیح هو الاول۔(الابهاج)**

علامہ عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۴ہجری) محدثین کا نظریہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: **و مذهب جمع من المحدثین کاحمد و علی بن المدینی و تلمیذهماالبخاری و غیرهم انه یکفی فی کونه صحابیامجرد الرؤیةو هو مؤید باستعمال اهل اللغة....................و هذا هو المذهب الذی عول علیه اکثر المتأخرین۔**

علامہ لکھنوی نے تعریفِ صحابی میں کل چھ اقوال نقل کیے ہیں۔ مذکورہ بالاقول تیسرے نمبر پر ہے۔ آگے راجح قول بیان کرتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں: **واصح هذه الاقوال الستة هو القول الثالث۔(۱۴)**

حضرت مولانا ابواللیث خیرآبادی زیدمجدہ، صحابی کی راجح تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **هو علی القول الاصح من لقی النبی صلی الله علیه و سلم مومنا به و مات علی الاسلام و لو تخللت ذلك ردة۔(۱۵)**

مذکورہ بالا تمام محدثین کی نصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت ولقاء شرف صحابیت کے لیے کافی ہے۔کسی نے بھی طول صحبت اور طول مجالست کو جزء لازم نہیں قرار دیا ہے لہذا اکثر علماء محدثین کی رائے کے موافق ہر اس مسلمان کو صحابی کہا جائے گا جو ایک گھڑی کے لیے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوا اور اسلام ہی پر اس کا خاتمہ ہوا۔

جب یہ اکثر بڑے بڑے محدثین کا قول ہے تو مولانا سلمان ندوی صاحب کا "و لا شك ان هذا توسع غير مرضى" کہنا اثر انداز نہیں ہوگا۔

طول صحبت کے اشتراط پر استدلال و جواب

پھر آگے دوسرے نمبر پر ابو مظفر سمعانی کا آدھا قول (**ان اسم الصحابى من حيث اللغة و الظاهر يقع على من طالت صحبته للنبى صلى الله عليه و سلم و كثرت مجالسته له على طريق التبع له و الاخذ عنه ،و قال هذا طريق الاصوليين**) نقل کرنے کے بعد مولانا سلمان صاحب لکھتے ہیں:'

'**و هو الذى ينسجم مع الفضل و مع شرف الصحبة**" (۱۶) یعنی ثبوت صحابیت کے لیے لغت و ظاہر کے اعتبار سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طول صحبت اور کثرت مجالست ہونی چاہیے۔اور یہی بات صحبت کی عظمت و شرافت کے مناسب ہے۔

اور ابتداء میں کہا'**و قد صرح اهل اللغة كما صرح ابو المظفر السمعانى الخ** حالانکہ اہل لغت کا اس کے خلاف پر اجماع ہے ۔اور محدثین نے سمعانی کے قول کی تردید فرمائی ہے۔درجہ ذیل عبارتیں ملاحظہ کریں ۔

ابوبکر خطیب بغدادی، قاضی ابوبکر محمد بن طیب کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں

:لا خلاف بين اهل اللغة فى ان القول "صحابى "مشتق من الصحبة وانه ليس بمشتق من قدر منها مخصوص،بل (هو) جارعلى كل من صحب غيره قليلا كان او كثيرا ،كما ان القول مكلم و مخاطب وضارب مشتق من المكالمة و المخاطبة و الضرب و جار على كل من وقع منه ذلك قليلا كان

او كثيرا و كذلك جميع الاسماء المشتقة من الافعال ،و كذلك يقال صحبت فلانا حولا ،و دهرا،و سنة ،و شهرا ،و يوما ،و ساعة فيوقع اسم المصاحبة بقليل ما يقع منها و كثيره و ذلك يوجب فى حكم اللغةاجراء هذا على من صحب النبى صلى الله عليه و سلم و لو ساعة من نهار،هذا هو الاصل فى اشتقاق الاسم۔(۱۷)

قاضی باقلانی نے ''سمعانی'' کے خلاف اہل لغت کا نظریہ بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک صحبت کا اطلاق کثیر وقلیل سب پر ہوگا۔ پھر اس کو مثالوں سے سمجھایا ہے۔

حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (متوفی ۸۰۶ ہجری)،ابومظفر سمعانی کے قول پر دوطرح سے نقد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:**و فيما قاله ابن السمعانى نظر من وجهين احدهما ان ما حكاه عن اهل اللغة قد نقل القاضى ابو بكر الباقلانى اجماع اهل اللغة على خلافه كما نقله عنه الخطيب الخ ---و الثانى ان ما حكاه عن الاصوليين هو قول بعض ائمتهم۔(۱۸)**

کہ ابومظفر سمعانی کے قول میں دوطرح کلام ہے۔ایک یہ کہ یہ لغوی مفہوم جوانہوں نے بیان کیا ہے اجماعِ اہل لغت کے خلاف ہے۔دوسرے یہ کہ اس نظریہ کو جوانہوں نے اصولیین کی طرف منسوب کیا ہے یہ بعض ائمہ کا قول ہے سب کا نہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری)سمعانی کے قول کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**و رد باجماع اهل اللغة على انه مشتق من الصحبة لا من قدر منها مخصوص وذلك يطلق على كل من صحب غيره قليلا كان او كثيرا يقال صحبت فلانا حولا و شهرا و يوما و ساعة۔(۱۹)**

صحابی کا لغوی معنی

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب، ماقبل میں مذکور قاضی ابوبکر باقلانی کے قول (**لا خلاف بين اهل اللغة الخ**) کو نقل کرنے کے بعد لغوی معنی پر ضعف وکمزوری کا حکم لگاتے

ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اس اقتباس میں ان محقق کی بات کا پہلا حصہ کمزور ہے کہ ''صحبة'' کے لفظ میں قلیل اور کثیر کا اعتبار نہیں ہے''۔ ''صحبۃ'' اس کو نہیں کہتے کہ اچانک آپ کی نظر کسی پر پڑ گئی یا چند قدم اس کے ساتھ ہو لیے۔ یہ لفظ خود کثرت ملاقات کے اوپر دال ہے''۔(٢٠)

مولانا اصلاحی صاحب کے اس تبصرہ پر عرض یہ ہے کہ قاضی ابو بکر نے اسی کو آگے ''صحبۃ'' کا مفہوم عرفی بیان کیا ہے تو پھر مفہوم لغوی اور مفہوم عرفی میں فرق کیا رہا؟ بہر حال ہم اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے کچھ نصوص وعبارات پیش کرتے ہیں۔

علامہ سمین حلبی (متوفی ٧٥٦ھ) ''صحب'' کے تحت لکھتے ہیں:"**اصلها الاجتماع طال زمنها أ قصر**"۔(عمدة الحفاظ)

ابو العباس حموی (متوفی ٧٧٠ھ) "صحبته أصحبته کے تحت تحریر کرتے ہیں:**و الأصل فی هذا الاطلاق لمن حصل له روية و مجالسة** "(المصباح المنير)

حضرت مولانا ابو اللیث خیر آبادی زید مجدہ، صحابی کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:**الصحابی :لغة الصحابی و الصاحب مشتق من الصحبةو هی المرافقة سواء كانت المصاحبة كثيرة او قليلة**"۔(٢١)

علامہ عبد الحی لکھنوی، صحابی کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:**فان اسم الصحابی لغة جار علی من صحب غيره قليلا كان او كثيرا**۔(٢٢)

امام سخاوی ''فتح المغیث'' میں صحابی کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**و هو لغة يقع علی من صحب اقل ما اطلق عليه اسم الصاحب فضلا عمن طالت صحبته و كثرت مجالسته**۔(٢٣)

امام سیوطی ''تدریب الراوی'' ج٢،ص٦٦٩، میں صحابی کے لغوی معنی سے متعلق اہل لغت کا اجماع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**و رد باجماع اهل اللغة علی انه مشتق من الصحبة لا من قدر منها مخصوص وذلك يطلق علی كل من صحب**

غيره قليلا كان او كثيرا يقال صحبت فلانا حولا و شهرا و يوما و ساعة۔

غرض یہ کہ صحابی کا معنیٔ لغوی الگ ہے، معنیٔ عرفی الگ ہے اور معنیٔ اصطلاحی اور ہے۔ تینوں الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔

صحابی کا عرفی معنی

قاضی ابوبکر باقلانی صحابی کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد عرفی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **و مع ذلك فقد تقرر للامة عرف فی انهم لا يستعملون هذه التسمية الا فيمن كثرت صحبته و اتصل لقاؤه، و لا يجرون ذلك على من لقى المرء ساعة و مشى معه خطى، و سمع منه حديثا فوجب لذلك ان لا يجرى هذا الاسم فی عرف الاستعمال الا على من هذه حاله۔** (۲۴)

کہ عرف میں صحبت کا اطلاق محض تھوڑی دیر کی ملاقات اور چند قدم چلنے پر نہیں ہوگا بلکہ وہاں ہوگا جہاں صحبت تادیر رہی ہو اور ملاقات مسلسل رہی ہو۔

یہ صحابی کا عرفی معنی ہے نہ کہ اصطلاحی معنی۔ البتہ اکثر محدثین اور بعض اصولیین نے صحابی کی اصطلاحی تعریف میں اسی لغوی معنی کو ملحوظ رکھا تو ان کے نزدیک طول صحبت کی شرط نہیں رہی اور اصولیین اور دیگر حضرات نے صحابی کی اصطلاحی تعریف میں عرفی معنی کو ملحوظ رکھا تو ان کے نزدیک طول صحبت و کثرت کو شرط قرار دے دیا گیا۔

علامہ عبدالحی لکھنوی، اصولین کا نظریہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: **و ايده بالعرف فان الصحابی لا يفهم منه اهل العرف الا من يصحب صحبة معتدا بها، لا من له روية لحظة** ۔ پھر محدثین کا نظریہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **و هو مؤيد باستعمال اهل اللغة فان اسم الصحابی لغة جار على من صحب غيره قليلا كان او كثيرا** ۔ (۲۵)

قاضی ابوبکر باقلانی صحابی کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: **و ذلك يوجب فی حكم اللغة اجراء هذا على من صحب النبی صلى الله عليه و سلم**

و لو ساعة من نهار،هذا هو الاصل فی اشتقاق الاسم۔(۲۶)

امام نووی، قاضی ابوبکر باقلانی کا قول بیان کرنے کے بعدلغوی معنی کی رعایت میں نظریہ محدثین کوراجح قرار دیتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں: **و یستدل به علی ترجیح مذهب المحدثین فان هذا الامام قد نقل عن اهل اللغة ان الاسم یتناول صحبة ساعةو اکثر اهل الحدیث قد نقلوا الاستعمال فی الشرع و العرف علی وفق اللغةفوجب المصیر الیه۔(۲۷)**

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی (متوفی ۷۹۴ہجری) صحابی کی تعریف میں اسی لغوی معنی کی رعایت کرتے ہوئے محدثین کی رائے کوراجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فذهب الاکثرون الی انه من اجتمع مؤمنا بمحمد صلی الله علیه و سلم و صحبه و لو ساعةروی عنه او لا ،لان اللغة تقتضی ذلك و ان کان العرف یقتضی طول الصحبة و کثرتها۔(۲۸)

ایک شبہ اوراس کاازالہ

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے ''مبادی تدبر حدیث'' میں صحابی کی تعریف میں ہوئے اختلاف کوتین بنیادی گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ ''پہلے گروہ کی رائے'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''اس ضمن میں پہلے گروہ جس کے نمایاں آدمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، کی رائے ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے **قال ابن عمر رایت اهل العلم ------**

خطیب بغدادی نے ''الکفایۃ فی علم اصول الروایۃ'' میں حضرت سعید بن المسیبؒ کے نظریہ کو"**اخبرنی الحسین بن ابی الحسن الوراق ،ثنا عمر بن احمد الواعظ ثنا محمد بن ابراهیم ،ثنا محمد بن یزید عن الحارث عن ابن سعد عن الواقدی محمد بن عمر :اخبرنی طلحة بن محمد بن سعید بن المسیب عن ابیه قال کا سعید المسیب یقول :**" سے بیان کیا پھرآگے لکھا'' **قال ابن عمر رایت اهل العلم یقولون:کل من رأی رسول الله صلی الله علیه و سلم و قد ادرك**

الحلم و اسلم و عقل امر الدین و رضیه فهو عندنا ممن صحب النبی صلی اللہ علیہ و سلم و لو ساعۃ من نہار‘‘۔

اس میں ابن عمر سے مولانا اصلاحی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سمجھ لیا حالانکہ وہ محمد بن عمر واقدی ہیں نہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر ۔

علامہ خطیب بغدادی نے حضرت سعید بن المسیب کے نظریہ کو بیان کرنے کے بعد سند کے ایک راوی محمد بن عمر واقدی کا قول بھی بیان کر دیا البتہ ’’قال ابن عمر‘‘ کی تعبیر اختیار فرمائی، جس سے یہ شبہہ ہوا۔

اس کی وضاحت شیخ برہان الدین ابناسی، علامہ عبدالحی لکھنوی اور امام سیوطی وغیرہ کی عبارات میں غور و تدبر کرنے سے ہو جاتی ہے۔

شیخ برہان الدین ابناسی (متوفی ۸۰۳ھ) تعریفِ صحابی میں پانچواں قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **حکاہ الواقدی عن اهل العلم فقال: رأیت اهل العلم یقولون الخ** آگے بعینہ وہی عبارت ہے جس کو خطیب نے ’’کفایہ‘‘ میں نقل کیا ہے۔

(الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح، ۴۹۵)

اسی قسم کی بات علامہ عبدالحی لکھنوی نے ’’ظفر الامانی‘‘ میں تحریر فرمائی ہے: **و ههنا قول خامس حکاہ الواقدی عن اهل العلم و هو انه من رأی مسلما بالغا عاقلا۔ (ظفر الامانی، ۵۳۰)**

اسی قسم کی بات امام سیوطی نے ’’تدریب الراوی‘‘ ج ۲، ص ۲۱۲، میں بیان کی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب کے قول پر کلام

پھر تیسرے نمبر پر حضرت سعید ابن المسیب کے نظریہ کا ذکر ہے: **قال ابن الصلاح: و قد روینا عن سعید بن المسیب انه کان لا یعد الصحابی الا من اقام مع رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ و سلم۔ سنۃ او سنتین و غزا معه غزوۃ او غزوتین الخ**۔ اس پر ابن الصلاح کے تبصرہ کو ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

مولانا سلمان صاحب نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور قوسین میں صرف اتنا لکھتے ہیں:**و ليس الامر فی ذلك الا التعريف اللغوی او الاصطلاحی فللعلماء آرائهم الاصطلاحية ،لا يتغير به حكم من استحق وصفا او وصف بالروية و الرواية۔ (۲۹)** کہ یہ علماے کرام کے لغوی واصطلاحی اختلافات ہیں ان سے کسی وصف کے مستحق اور رویت وروایت سے متصف کا حکم نہیں بدلے گا۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ کا یہ قول قابل اعتراض ہے جیسا کہ ابن الصلاح آگے تحریر فرماتے ہیں:**وكان المراد بهذا ان صح عنه راجع الى المحكى عن الاصوليين و لكن فی عبارته ضيق يوجب ان لا يعد من الصحابة جرير بن عبد اللّٰه البجلی و من شاركه فی فقد ظاهر ما اشترطه فيهم ممن لا نعرف خلافا فی عده من الصحابة۔(۳۰)**

ابن الصلاح نے حضرت سعید بن المسیب کی جانب اس قول کے منسوب ہونے کا شبہہ ظاہر کیا، پھر اگر یہ نسبت صحیح بھی ہے تو یہ اصولیین کا نظریہ ہے اور وہ بھی قابل اعتراض ہے کہ طول مجالست اور شرکت غزوہ کی شرط کی وجہ سے بہت سے صحابہ کا غیر صحابہ ہونا لازم آئے گا حالانکہ محدثین ان کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ ہجری) سعید ابن المسیب کی طرف نسبت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:**قال العراقی :و لا يصح هذاعن ابن المسيب ،ففی الاسناد اليه محمد بن عمر الواقدی ضعيف فی الحديث ۔(۳۱)**

حضرت سعید ابن المسیب کے قول کے بارے محشی ''الکفایۃ'' ابواسحٰق ابراہیم بن مصطفیٰ رقم طراز ہیں:**اسناده ضعيف جدا فيه محمد بن عمر الواقدی متروك۔(۳۲)**

حافظ زین الدین عراقی (متوفی ۸۰۶ ہجری) حضرت سعید ابن المسیب کی طرف منسوب قول کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:**و فيه امران احدهما ان المصنف علق القول بصحة ذلك عن سعيد بن المسيب و هو لا يصح عنه فان فی الاسناد**

الیه محمد بن عمر الواقدی و هو ضعیف فی الحدیث۔(۳۳)

امام نووی(متوفی ٦٧٦) حضرت سعید بن المسیبؒ سے منقول تعریف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: **فان صح عنه فضعیف فان مقتضاه ان لا یعد جریر البجلی و شبهه صحابیا و لا خلاف انهم صحابة ۔(۳۴)**

حضرت سعید بن المسیب سے منقول تعریفِ صحابی کے بعد، علامہ بدرالدین بن جماعۃ تحریر کرتے ہیں: **و هذا ضعیف لانه یقتضی انه لا یعد جریر بن عبد الله البجلی وامثاله(وائل بن حجر) و اضرابهما من الصحابة ،و لا خلاف انهم صحابة ۔(۳۵)**

دکتور عبداللہ بن ضیف اللہ ''نزہۃ النظر'' کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں: **و بعضهم اعتبر الصحبة بطول المجالسة و لکن هذا لیس الذی علیه الجمهور ،فالصواب هو الاکتفاء بتوافر هذین الاساسین فی صحة الصحبة :**
(۱۔)ان یلقی النبی ﷺ(۲۔)ان یکون لقیه و هو مومن۔(۳٦)

عام محدثین کے علاوہ کچھ اور اقوال اور ان کے جوابات

چوتھے نمبر پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا ذکر ہے۔ **و روینا عن شعبة عن موسوی السیلانی ۔و اثنی علیه خیرا۔قال اتیت انس بن مالك فقلت هل بقی من اصحاب رسول الله ۔صلی الله علیه و سلم۔احد غیرك؟قال: بقی ناس من الاعراب قد رأوه،فاما من صحبه فلا ،اسناده جید حدث به مسلم بحضرة ابی زرعة۔**

اس پر قوسین میں مولانا سلمان صاحب تحریر فرماتے ہیں: **فهل بقی تعریف عامة المحدثین حجة یا تری؟الیس قول انس و فهمه لمعنی الصحبة اولی من قول البخاری و غیره(۳۷)**

کہ کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بعد عام محدثین کا قول

حجت ہے؟ اور کیا صحبت وصحابیت کے معنی ومفہوم میں امام بخاری کا قول ونظریہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے قول وفہم سے بہتر ہے؟ گویا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جواب سے بھی یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ محض رویت سے صحابیت نہیں ثابت ہوگی۔

آگے پانچویں نمبر پر مولانا سلمان ندوی صاحب، امام سخاوی کی ''فتح المغیث'' کے حوالے سے حضرت طارق بن شہاب کے متعلق ابوزرعہ رازی اور ابوداود کا قول نقل کرتے ہیں جس میں رویت اور صحبت میں فرق ہے۔

مولانا سلمان صاحب لکھتے ہیں: **و قد ورد فی کلام ابی زرعة الرازی و ابی داودما یقتضی ان الصحبة اخص من الرؤیة فانهما قالا فی طارق بن شهاب :"له رؤیة و لیست له صحبة"(٣٨)**

یعنی طارق بن شہاب کے متعلق ابوزرعہ رازیؒ اور ابوداودؒ کے قول ''لہ رویۃ ولیست لہ صحبۃ'' سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ محض رویت صحابیت کے لیے کافی نہیں ہے۔ امام سخاوی کی عبارت ملاحظہ ہو: **و صنیع ابی زرعة و ابی داود یشعر بالمشی علی هذا المذهب فانهما قالا فی طارق بن شهاب "له رویة و لیست له صحبة"۔**

یقیناً امام سخاوی نے یہ اقوال نقل کیے مگر اس کے بعد ان سب کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کے اقوال میں صحبت خاصہ کی نفی ہے نفس صحبت وصحابیت کی نفی نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں: **لکن یجاب بانه اراد اثبات صحبة خاصة لیست لتلك الاعراب و هو مطابق للمسئلة و کذا انما نفی ابو زرعة و من اشیر الیهم صحبة خاصة دون العامة۔(٣٩)**

حافظ زین الدین عراقی (متوفی ٨٠٦ہجری) ان کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: **و الجواب عن ذلك انه اراد اثبات صحبة خاصة لیست لتلك الاعراب، و کذا اراد ابو زرعة و ابو داود و نفی الصحبة الخاصة دون العامة ۔(٤٠)**

حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ٩١١ہجری) جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: **قال**

العراقی :والجواب انه اراد اثبات صحبة خاصة لیست لاولئك۔(۴۱)

اور اسی پانچویں نمبر کے تحت حضرت عبد اللہ بن سرجس کے متعلق عاصم احول کا قول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**و روینا عن عاصم الاحول قال:قد رأی عبد الله بن سرجس رسول اللّٰه ۔صلی الله علیه و سلم۔غیر انه لم یکن له صحبة۔**(۴۲) کہ حضرت عبداللہ بن سرجس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس کے باوجود ان کو شرف صحابیت نہیں ملا۔

عاصم الاحول کے اس قول کو ابو بکر خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الکفایۃ'' میں نقل فرمایا ہے۔اس پر محشی ابو اسحٰق ابراہیم بن مصطفیٰ حاشیہ لگایا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن سرجس کے متعلق امام بخاری و ابن حبان کے حوالے سے صحبت و صحابیت کا تذکرہ ہے ۔اور مزید فتح الباری کے حوالے سے عاصم احول کے قول کے خلاف محدثین کے عمل کا بیان ہے۔

محشی تحریرفرماتے ہیں:**قال الحافظ ابن حجر فی "الاصابة" قال البخاری و ابن حبان له صحبة و له عن النبی صلی الله علیه و سلم احادیث عند مسلم وغیره و فی" الفتح "قال :فهذا رای عاصم ان الصحابی من یکون صحب الصحبة العرفیة ،و کذا روی عن سعید ابن المسیب ----و العمل علی خلاف هذا القول لانهم اتفقوا علی عد جمع جم من الصحابة لم یجتمعوا بالنبی صلی الله علیه و سلم الا فی حجة الوداع۔**(۴۳)

چھٹے نمبر پر عمرو بن یحیٰ کا قول نقل کرتے ہیں،جس میں صحابیت کے لیے طول صحبت اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے علم حاصل کرنے کی شرط ہے۔لکھتے ہیں:**و حکی الآمدی عن عمرو بن یحیی قال:انما یسمی الصحابی من طالت صحبته للنبی صلی الله علیه و سلم و اخذ عنه العلم۔**(۴۴)

شرف صحابیت کے لیے اس قول کے مطابق طوالت مجالست کے ساتھ ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل علم کی بھی شرط ہے۔

اس میں عمرو کے والد کا نام ''یحیی'' بتایا گیا ہے حالانکہ ان کے والد کا نام ''بحر'' ہے ۔اور عمرو بن بحر ابو عثمان جاحظ ہیں ۔ یہ ائمہ معتزلہ میں سے ہیں،جن کے بارے میں امام ثعلب نے غیر ثقہ اور غیر مامون ہونے کی بات لکھی ہے۔

شیخ برہان الدین ابناسی کی کتاب ''الشذ االفیاح'' کی عبارت ملاحظہ کریں: **وعمرو هذا الظاهر انه الجاحظ،ففی " اللمع "للشیخ ابی اسحاق ان اباه اسمه یحییٰ (وهو وهم)و انما هو عمرو بن بحر ابو عثمان الجاحظ من ائمة المعتزلة ،(قال ثعلب)انه غیر ثقة و لا مامون ولم یعرف هذا القول لغیره.**

یہ غیر معتبر قول ہے کیونکہ جب طول صحبت ومجالست ہی جمہور محدثین کے نزدیک شرط نہیں ہے تو اخذ علم کی شرط کیونکر ہوگی ۔ابھی ماقبل میں عاصم احول اور سعید بن المسیب کے نظریے کے خلاف حافظ ابن حجر کا بیان: **(و العمل علی خلاف هذا القول لانهم اتفقوا علی عد جمع جم من الصحابة لم یجتمعوا بالنبی صلی الله علیه و سلم الا فی حجة الوداع۔)** گذرا ہے۔

جمہور کی رائے کے برعکس آراء شاذ ہیں

حافظ ابن حجرؒ ''الاصابۃ'' کے مقدمہ میں تعریف صحابی سے متعلق محققین کا نظریہ بیان کرنے کے بعد دیگر اقوال ائمہ کو شاذ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: **و وراء ذلك اقوال اخری شاذة ،کقول من قال :لا یعد صحابیا الا من وصف باحد اوصاف اربعة :من طالت مجالسته،او حفظت روایته،او ضبط انه غزا معه ،او استشهد بین یدیه الخ۔(۴۵)**

حافظ عراقی ،جمہور محدثین کے علاوہ علماء کے اقوال کے بارے میں غیر ثابت ہونے کا حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں: **وقولی و لم یثبت۔ای و لیس هو الثبت الذی علیه العمل عند اهل الحدیث و الاصول۔(۴۶)**

ساتویں نمبر پر ایک اور قول پیش کرتے ہوئے مولانا سلمان ندوی صاحب تحریر کرتے

ہیں؛**و هناك قول سابع و ان من كان صغيرا و لم ير النبى صلى الله عليه و سلم و كان محكوما باسلامه تبعا لابويه فهو صحابى ايضا۔**

آگے قوسین میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**فلم تبق الروية فى التعريف و هذا من الغلو۔(۴۷)**

یہ قول بھی غیر معتبر ہے ۔کیونکہ جن محدثین نے رویت کو مطلق رکھا ہے ان کی مراد عقل وتمیز کی حالت میں رویت ہے۔

حافظ ابن حجر''الاصابۃ''میں تحریر فرماتے ہیں:**و اطلق جماعة ان من رأى النبى صلى الله عليه و سلم فهو صحابى .و هو محمول على من بلغ سن التمييزاذ من لم يميز لا تصح نسبة الرويةاليه ۔(۴۸)**

ابن حجرؒ اور علامہ عراقیؒ کے کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ مولانا سلمان ندوی صاحب نے جن محدثین کے اقوال کو تعلیقات میں ذکر کیا ہے وہ مرجوح ،شاذ اور غیر معتبر ہیں۔

صحابہ کے درمیان فرق مراتب

البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ گو کہ جمہور محدثین کے نزدیک محض رویت ولقاء سے ہی شرف صحابیت ثابت ہو جائے گا لیکن اس سے تمام صحابہ مقام ومرتبہ میں برابر درجہ کے ہو جائیں ،ایسا نہیں ہے۔وصف صحابیت میں شرکت کے باوجود فرق مراتب ودرجات رہے گا جس طرح تمام انبیاء ورسل نبوت ورسالت میں شرکت کے باوجود فضل ومقام میں برابر نہیں بلکہ بعض بعض سے افضل ہیں۔**تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔**

خود اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں اس فرق کو بیان کیا ہے۔**لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوامن بعدو قاتلوا و كلا وعدالله الحسنى۔(۴۹)**

وہ لوگ جنہوں نے انفاق کیا اور قتال کیا فتح سے پہلے وہ (فتح کے بعد انفاق اور قتال کرنے والوں کے) برابر نہیں ہیں۔ان لوگوں کا درجہ بہت بلند ہے ان کے مقابلے میں جنہوں

نے انفاق اور قتال کیا فتح کے بعد۔ اگر چہ سب سے اللہ نے بہت اچھا وعدہ فرمایا ہے۔(بیان)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:۔۔ثم افضل الناس بعد هؤلاء اصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم الذى بعث فيهم،كل من صحب سنة او شهرا او يوما او ساعة او رأه فهو من اصحابه ،له من الصحبة على قدر ما صحبه ،و كانت سابقته معه و سمع منه و نظراليه۔(۵۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ہجری) قلت صحبت و کثرتِ صحبت کی وجہ سے صحابہ کے فرق مراتب کو بیان کرتے ہوئے ابن حجر کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:و قال الشيخ :لا خفاء فى رجحان رتبة من لازمه صلى الله عليه و سلم و قاتل معه او قتل تحت رايته على من لم يلازمه ،او لم يحضر معه مشهدا او على من كلمه يسيرا او ماشاه قليلا او راه من بعيد ،او فى حال الطفولية،و ان كان شرف الصحبة حاصلا للجميع۔(۵۱)

صحابہ کا مقام و مرتبہ

لیکن اس فرق مراتب کے باوجود ہر صحابی کی تعظیم و تکریم ضروری ہے اور ان پر لعن طعن ،سب و شتم اور ان کی تنقیص و تعییب بالکل جائز نہیں ہے،اس سے گریز کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہر صحابی کا جنتی ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے صحابہ کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے اور سب و شتم سے منع فرمایا ہے۔

ابن حجر ''الاصابۃ'' میں،ابو محمد بن حزم کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:و قال ابو محمد بن حزم :الصحابة كلهم من اهل الجنة قطعاء،قال الله تعالىٰ :لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوامن بعدو قاتلوا و كلا وعدالله الحسنى۔(سورہ حدید،آیت نمبر۱۰)

حسنی کی تفسیر

سورۂ حدید میں آمدہ لفظ ''حسنیٰ'' کی تفسیر ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے "جامع البیان" میں، امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے "معالم التنزیل" میں، علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ نے "الکشاف" میں، ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے "زاد المسیر" میں، امام قرطبی متوفی ۶۷۱ھ نے "الجامع لاحکام القرآن" میں، امام بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے "انوار التنزیل" میں، علامہ نسفی متوفی ۷۱۰ھ نے "مدارك التنزیل" میں، امام ابوسعود متوفی ۹۸۲ھ نے "ارشاد العقل السلیم" میں، امام شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نے "فتح القدیر" میں اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ''روح المعانی'' میں جنت سے کی ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم کرنے اور ان پر لعن طعن کرنے سے گریز کرنے سے متعلق رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی یہ کچھ تعلیمات ملاحظہ کریں۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ: اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ،ثُمَّ الذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الخ.(۵۲)

حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کا اکرام کرو کیوں کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تابعین) پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ بِنِ مُغَفَّلِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ: اَللّٰہ اَللّٰہ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوھُمْ غَرَضاً بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّی اَحَبَّھُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَ مَنْ آذَاھُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَ مَنْ آذَا نِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰہ وَ مَنْ آذَی اللّٰہ یُوْشِكُ اَنْ یَاخُذَہُ.(۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ

سے ڈرو! میرے بعد ان کو (تنقید) کا نشانہ مت بنانا، کیوں کہ جوان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، اور جو ان کو ستاتا ہے وہ یقیناً مجھے ستاتا ہے اور جو مجھے ستاتا ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو ستاتا ہے، اور جو اللہ کو ستاتا ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَسُبُّوْا اَحَداً مِنْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَباً مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَ لَا نَصِیْفَہٗ. (۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے کسی کو بھی برا نہ کہو اس لیے کہ (وہ اتنے بلند مقام اور اللہ کے محبوب ہیں) تم اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو گے تب بھی ان کے ایک مد (ایک چھوٹا سا پیمانہ ہو جو آجکل تقریباً صرف ایک کلو وزن کے برابر ہوتا ہے) بلکہ نصف مد خرچ کرنے کے برابر بھی ثواب کے مستحق نہ ہو گے۔

امام ابوزرعۃ رازی کا قول نقل کرتے ہوئے ابن حجرؒ لکھتے ہیں: **قال اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم فاعلم انه زندیق۔** (۵۵) جب کسی آدمی کو کسی صحابی رسول کی تنقیص کرتے ہوئے دیکھو تو یقین کر لو کہ وہ زندیق ہے۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک ہر مسلمان پر تمام صحابہ کی توصیف وتعریف کرنا اور ان پر لعن طعن کرنے سے گریز کرنا ضروری ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: **فمن ثم اجمع اهل السنة و الجماعة انه یجب علی کل مسلم تزکیة جمیع الصحابة و تعدیلهم ،و الکف عن سبهم و الطعن فیهم ،و الثناءُ علیهم ،لان الله تعالیٰ و رسوله عدلهم و زکاهم و اثنی علیهم ۔**(۵٦)

حواشی وحوالے

(۱) تہذیب علوم الحدیث، ص۲۶۳
(۲) نزھۃ النظر الخ، ص۱۴۰
(۳) الاصابۃ، ج۱، ص۱۵۸
(۴) مقدمہ ابن الصلاح، ص۲۹۳
(۵) شرح التبصرہ والتذکرہ، ج۲ص۱۱۹
(۶) الکفایۃ فی علم اصول الروایۃ، ج۱، ص۱۱۹
(۷) تدریب الراوی، ج۲، ص۶۶۷
(۸) الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح، ج۱، ص۴۸۶
(۹) فتح المغیث ج۴، ص۸۔۹۔۱۰
(۱۰) مقدمہ ابن الصلاح، ۲۹۳
(۱۱) مقدمہ شرح مسلم للنووی، ج۱، ص۳۵۔۳۶
(۱۲) المنہل الروی، ص۱۱۱
(۱۳) البحر المحیط فی اصول الفقہ، ج۴، ص۳۰۱
(۱۴) ظفر الامانی، ص۵۳۰، تحقیق عبد الفتاح ابوغدہ
(۱۵) علوم الحدیث اصیلہا ومعاصرھا، ص، ۳۷
(۱۶) تہذیب علوم الحدیث، ص۲۶۴
(۱۷) الکفایۃ، ج۱، ص۱۹۳
(۱۸) التقیید والایضاح، ج۱، ص۲۵۷

(۱۹) تدریب الراوی، ج۲،ص۶۶۹

(۲۰) مبادی تدبر حدیث،ص۸۱

(۲۱) علوم الحدیث اصیلہا ومعاصرہا،ص۳۷

(۲۲) ظفر الامانی،ص۵۳۰

(۲۳) فتح المغیث، ج۴،ص۸

(۲۴) الکفایۃ، ج۱،ص۱۱۹

(۲۵) ظفر الامانی،ص۵۲۹

(۲۶) الکفایۃ، ج۱،ص۱۹۳

(۲۷) مقدمہ شرح مسلم للنووی، ج۱،ص۳۵۔۳۶

(۲۸) البحر المحیط، ج۴،ص،۳۰۱

(۲۹) تہذیب علوم الحدیث،۲۶۴

(۳۰) مقدمہ ابن الصلاح،ص۲۹۴

(۳۱) تدریب الراوی، ج۲،ص۶۷۱

(۳۲) حاشیۃ الکفایۃ، ج۱،ص۱۹۰

(۳۳) التقیید والایضاح، ج۱،ص۲۵۷

(۳۴) التقریب والتیسیر،ص۹۲

(۳۵) المنہل الروی،ص۱۱۱

(۳۶) حاشیۃ نزھۃ النظر الخ،ص۱۴۱،نمبر۳۰۳

(۳۷) تہذیب علوم الحدیث،ص۲۶۵

(۳۸)ایضا،ص۲٦٦

(۳۹)فتح المغیث،ج۴،ص۲۱

(۴۰)شرح التبصرہ والتذکرہ،ج۲،ص۱۲۴

(۴۱)تدریب الراوی،ج۲،ص٦۷۰

(۴۲)تہذیب علوم الحدیث،۲٦٦

(۴۳)حاشیۃ الکفایۃ،ج۱،ص۱۸۹۔۱۹۰

(۴۴)تہذیب،ص۲٦٦

(۴۵)الاصابہ،ج۱،ص۱۵۹

(۴٦)شرح التبصرہ والتذکرہ،ج۲،ص۱۲۴

(۴۷)تہذیب علوم الحدیث،۲٦٦

(۴۸)الاصابۃ،ج۱،ص،۱۵۹

(۴۹)سورۂ حدید،آیت۱۰

(۵۰)الکفایہ،ج۱،ص۱۹۲

(۵۱)لمعات التنقیح،ج۹،ص۵۷۸

(۵۲)مشکوۃ،باب مناقب الصحابہ

(۵۳)ترمذی،رقم الحدیث۳۸٦۲

(۵۴)بخاری،رقم الحدیث۳٦۷۳

(۵۵)الاصابہ،ج۱،ص۱٦۲

(۵٦)لمعات التنقیح،ج۹،ص۵۷۹

تعریفِ صحابی سے متعلق مولانا سلمان ندوی کا نظریہ

مطالعہ و جائزہ

(۱) مولانا سلمان ندوی کا نظریہ

(۲) صحابی کی راجح تعریف

(۳) طول صحبت کے اشتراط پر استدلال و جواب

(۴) صحابی کا لغوی معنی اور مولانا امین احسن اصلاحی

(۵) صحابی کا عرفی معنی

(۶) ایک شبہہ اور اس کا ازالہ

(۷) حضرت سعید بن المسیب کے قول پر کلام

(۸) عام محدثین کے علاوہ کچھ اور اقوال مع جوابات

(۹) جمہور کی رائے کے برعکس آراء شاذ ہیں

(۱۰) صحابہ کے درمیان فرق مراتب

(۱۱) صحابہ کا مقام و مرتبہ